© rasailojaraid.com

اقامتِ دین: فرضِ کفایہ یا فرضِ عین؟

آپ .... کو یہ غلط فہمی [ہوئی] ہے کہ اقامتِ دین کی سعی ہر حال میں صرف فرضِ کفایہ ہے۔ حالاں کہ یہ فرضِ کفایہ صرف اسی حالت میں ہے، جب کہ آدمی کے اپنے ملک یا علاقے میں دین قائم ہو چکا ہو، اور کفّار کی طرف سے اس دارالاسلام پر کوئی ہجوم نہ ہو، اور پیشِ نظر یہ کام ہو کہ آس پاس کے علاقوں میں بھی اقامتِ دین کی سعی کی جائے۔ اس حالت میں اگر کوئی گروہ اس فریضے کو انجام دے رہا ہو، تو باقی لوگوں پر سے یہ فرض ساقط ہو جاتا ہے اور معاملے کی نوعیت نمازِ جنازہ کی سی ہوتی ہے۔

لیکن اگر دین خود اپنے ملک ہی میں مغلوب ہو، اور خدا کی شریعت متروک و منسوخ کر کے رکھ دی گئی ہو، اور علانیہ منکرات اور فواحش کا ظہور ہو رہا ہو، اور حدود اللہ پامال کی جا رہی ہوں، یا اپنا ملک دارالاسلام تو بن چکا ہو مگر اس پر کفّار کے غلبے کا اندیشہ پیدا ہو گیا ہو، تو ایسی حالتوں میں یہ فرضِ کفایہ نہیں بلکہ فرضِ عین ہوتا ہے، اور ہر وہ شخص قابلِ مواخذہ ہوگا، جو قدرت و استطاعت کے باوجود اقامتِ دین اور حفاظتِ دین کے لیے جان لڑانے سے گریز کرے گا.....

فقہ کی کتابوں میں جہاد کی بحث نکال کر دیکھ لیں کہ ہجوم عدُو [دشمن کی یلغار] کی صورت میں جہاد فرضِ کفایہ ہے یا فرضِ عین۔ جس زمانے میں فقہ کی یہ کتابیں لکھی گئی تھیں، اُس وقت ممالک اسلامیہ میں سے کسی جگہ بھی اسلامی قانون منسوخ نہیں ہوا تھا اور نہ حدودِ شرعیہ معطل ہوئی تھیں۔ اس لیے انھوں نے صرف ہجوم عدو ہی کی حالت کا حکم بیان کیا تھا۔ لیکن، جب کہ مسلمانوں کے اپنے وطن میں کفر کا قانون نافذ اور اسلام کا قانون منسوخ ہو، اور اختیار ان لوگوں کے ہاتھ میں ہو جو حدود اللہ کی اقامت کو وحشیانہ فعل قرار دیتے ہیں، تو معاملہ ہجومِ عدُو کی نسبت کئی گنا زیادہ سخت ہو جاتا ہے، اور اس صورت میں کوئی شخص جو دین کا کچھ بھی فہم رکھتا ہو، اقامتِ دین کی سعی کو محض فرضِ کفایہ نہیں کہہ سکتا۔ (' رسائل و مسائل '، سیّد ابوالاعلیٰ مودودی، ترجمان القرآن، جلد ۴۸، عدد ۴، شوال ۱۳۷۶ھ، جولائی ۱۹۵۷ء، ص ۵۶-۵۷)

© rasailojaraid.com